© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

خواتینِ اسلام کی بیداری

آج ہر طرف ایک شور و غل بپا ہے کہ اب مسلمان خواتین کی حالت وہ نہیں رہی جو پہلے تھی ان میں جہالت اور رسوم پرستی مفقود ہوتی جاتی ہے اور اس کی بجائے علم و ادب کی روشنی، روشن دماغی اور آزاد خیالی کی حرارت پیدا ہو رہی ہے۔ اس حالت کی تبدیلی پر بظاہر مرد بھی خوش ہیں اور عورتیں بھی مسرور، لیکن یہ کوئی نہیں دیکھتا، اس پر کوئی غور نہیں کرتا کہ مسلمان خواتین کی بیداری واقعی اور اصلی بیداری ہے، یا یہ ہلاکت و تباہی کا پیغام ہے! کوئی پوچھے آج کل مسلمان خواتین کی بیداری کی پہچان کیا ہے! تو اس کا جواب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ پہلے سیاسی جلسوں کے پلیٹ فارموں پر نظر نہیں آتی تھیں، سیرگاہوں میں انہیں کوئی بے حجاب و بے نقاب مصروف گلشن خرامی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ تھیٹروں اور سینماؤں میں وہ انبوہ در انبوہ نظر نہ آتی تھیں، احباب و اغیار کی محفلوں میں انہیں مے کا دَور چلاتے ہوئے جھجک محسوس ہوتی تھی۔ کالجوں اور اسکولوں میں ان کی چہل پہل نہ تھی۔ اخباروں میں ان کے فوٹو شائع نہ ہوتے تھے۔ ادبی رسالوں میں ان کی قلمی شوخ نگاریاں پڑھنے والوں کے دل و دماغ پر برق پاشی نہ کرتی تھیں۔ وہ صرف گھر کی ملکہ ہو کر رہنا جانتی تھیں انہیں اپنے کمالاتِ نسوانی کی جلوہ گاہ بنانے کے لیے گھر سے باہر کسی اور میدان کی جستجو نہ تھی۔ لیکن آج حالات نے پلٹا کھایا ہے، زمانہ آزادی کا ہے، مذہب اور اخلاق کی قید و بند ہی کوئی برداشت

© rasailojaraid.com

نہیں کر سکتا ہے تو عورتیں ہی کیوں گھروں میں بند ہو کر رہیں وہ بھی آخر مردوں کی طرح انسان ہیں انہیں بھی حق ہے کہ گلزارِ ہست و بود کا ایک ایک پھول بنظرِ عمیق دیکھیں اُس کی مست کُن بو سے قوتِ شامہ کی تواضع کریں، اور یہاں عالم ہمہ تن ایک میکدۂ شعر و موسیقی ہے، عورتوں کو بھی فطرۃً یہ حق ہونا چاہیے کہ اُس کے نغمہائے سامعہ نواز سے کیف و سرور حاصل کریں۔ ان خیالات کی پختگی کا نتیجہ یہ ہے کہ اب وہ "دورِ جمود و جہل" خوابِ پریشاں ہو کر نگاہوں سے غائب ہوتا جا رہا ہے۔ اور بیداری کا اثر جتنا جتنا غالب ہوتا جاتا ہے عہدِ حریت و آزادی کے اثرات زیادہ نمایاں ہوتے جا رہے ہیں۔ آج مسلمان عورت کو تنگ خیالی و تنگ نظری کا طعنہ کون دے سکتا ہے! اب پلیٹ فارموں پر اُن کی "دھواں دھار" تقریریں ہوتی ہیں، اور پسِ پردہ نہیں بلکہ کھلے اسٹیج پر سب کے سامنے کالجوں کی رونق اُن کے دم سے ہے۔ کلبوں میں اُن کی خوش اخلاقی اور خوش تقریری کے چرچے ہیں۔ سینماؤں اور تھیٹروں کے دیکھنے کا کیا ذکر، انگلینڈ کے سابق وزیرِ اعظم کی لڑکی یا بہو فلم ایکٹرس ہو سکتی ہے تو شریف گھرانوں کی تعلیم یافتہ مسلمان خواتین اس فخر سے کیوں محروم رہیں۔ ناچ گھروں میں انہیں دیکھا جا سکتا ہے۔ پارکوں میں وہ نہایت بیباکی اور دیدہ دلیری کے ساتھ خرام کرتی ہوئی نظر آ سکتی ہیں۔ فوٹو اُن کے چھپتے ہیں، مشاعروں میں شوخ غزلیں وہ سناتی ہیں۔ غرض یہ ہے کہ آج مسلمان خواتین موجودہ تہذیب و تمدن کی اُن تمام نعمتوں سے بہرہ اندوز ہو رہی ہیں جو اب تک صرف خواتینِ فرنگ کا حصہ تھیں یا کچھ تھوڑا بہت اُن کا اثر ہندو خواتین میں بھی پایا جاتا تھا۔ سُن لیا آپ نے! یہ ہے خواتینِ اسلام کی بیداری!

ہمارے یہاں بیشک نہیں ہے اس دورِ تفرنج میں بھی ایسی نیک دل مسلمان خواتین کی کمی نہیں ہے جو حقیقی آئیڈیل مسلم خاتون کہی جا سکتی ہیں اور جنہیں صحیح معنی میں مجاہدِ [illegible] کہا جا سکتا ہے

© rasailojaraid.com

لیکن مشکل یہ ہے ان عزیبوں کو مسلمان خواتین کی نمائندگی حاصل نہیں۔ وہ گوشۂ گمنامی میں پڑی ہوئی ہیں اور انہیں مسلم سوسائٹی میں کوئی وقیع درجہ میسر نہیں۔ جب کبھی مسلمان خواتین کی بیداری کا ذکر کیا جاتا ہے تو مثال میں وہ خواتین پیش کی جاتی ہیں جو مسلمان ہونے کے باوجود جدید تہذیب تمدن کی خصوصیات سے پورے طور پر بہرہ اندوز ہو رہی ہیں، اور جن کے حُسنِ بےحجاب کا شہرہ ہندوستان کی حدود سے گذر کر امریکہ و یورپ تک پہنچ چکا ہے۔ اس بنا پر نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ آپ کے نزدیک مسلمان خواتین کی بیداری کا مفہوم اس سے زیادہ نہیں ہے کہ وہ اسلامی وضع قطع، اسلامی آدابِ معاشرت، اور اسلامی طریقِ بود و ماند چھوڑ کر مغربیت کے رنگ میں رنگی جا رہی ہیں، اور ان کا میدانِ عمل درونِ خانہ کے بجائے بیرونِ در بنتا جا رہا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ مسلم خواتین کی یہ حالت کیا واقعی اُن کی بیداری کی دلیل ہے۔ کیا دراصل اُن کی اس تبدیلی پر ہمیں خوش ہونا چاہیے جیسا کہ عموماً آج کل کے مردانہ اور زنانہ جلسوں میں اس کا اظہار کیا جاتا ہے۔ یا یہ صورتِ حال پوری قوم کی روحانی و اخلاقی موت کی نشانی ہے۔ اور اس لیے اس پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔ بعض لوگ عورتوں کی حمایت میں تقریر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کیا عورتیں مردوں سے کم ہیں جو ایک چیز مرد کے لیے تو جائز ہو اور عورت کے لیے ناجائز۔ اس قسم کے اصحاب کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے نزدیک ضابطۂ اخلاق و مذہب کی پابندی کے لحاظ سے مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ شریعتِ اسلام نے جن بُری باتوں کو مرد کے لیے ممنوع قرار دیا ہے وہ عورتوں کے لیے بھی ممنوع ہیں، اور جو افعالِ حسنہ مرد کے لیے مستحسن سمجھے گئے ہیں وہ عورتوں کے لیے بھی مستحسن ہیں۔ جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، شراب خواری، زنا کاری، غداری و بے وفائی کی حرمت میں مرد و عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ مرد کے لیے جس طرح اجنبی عورت پر بُری نگاہ ڈالنا حرام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔ عورت کے لیے بھی جائز نہیں کہ وہ کسی اجنبی مرد کو بُری نیت سے دیکھے۔ یہی حال تعلیم اور معاشرت کا ہے۔ جدید تعلیم اپنے مخصوص ماحول اور نصاب کے ساتھ جس طرح مردوں کے لیے مضر ہے۔ عورتوں کے لیے بھی اتنی ہی بلکہ اُس سے زیادہ نقصان رساں ہے۔ اسی طرح مغربی معاشرت مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے تباہ کن ہے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ کپڑا زیادہ اُجلا اور صاف ہوتا ہے تو ایک معمولی سا دھبہ بھی اُس میں بہت زیادہ نمایاں ہو کر اُس کی حیثیت کو بگاڑ دیتا ہے۔ عورت فطرۃً آئینہ تمثال ہے اور غالباً اسی بنا پر زبانِ نبوت نے اُس کو قواریر (آبگینے) کہا ہے۔ اور انگریزی میں اُسے 'صنفِ لطیف' (Fair Sex) کہا جاتا ہے۔ اس لیے اگر اُس میں ذرا سی بھی بداخلاقی اور بدتمیزی پیدا ہوتی ہے تو وہ مردوں سے زیادہ اس کو بدنما کر دیتی ہے اور اُس کی اصلی شرافت و نجابت کو مسخ کر کے طبقۂ ارذل میں شامل کر دیتی ہے۔

پس اگر کوئی مصلح یہ کہتا ہے کہ جدید تعلیم اور جدید تہذیب مسلمان عورتوں کے لیے زہرِ ہلاہل ہے تو اُس کے معنی یہ ہرگز نہیں ہو سکتے کہ یہ چیزیں عورتوں کے لیے ممنوع اور مردوں کے لیے جائز ہیں اور نہ اس سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح ہو سکتا ہے کہ عورتیں مردوں سے کم مرتبہ اور اُن سے فروتر ہیں۔ اس عام ممانعت میں مرد و عورت کے فرق و امتیازِ مراتب کا سوال اُٹھانا سراسر بے محل و بے موقع ہے

جہاں تک اصل تعلیم کا تعلق ہے اس سے کوئی سلیم الفطرت انسان انکار نہیں کر سکتا کہ وہ مرد و عورت دونوں کے لیے ضروری اور لازمی ہے۔ اسلام جو دینِ فطرت ہے وہ اس ضرورت سے کس طرح انکار کر سکتا تھا لیکن یہ ضرور ہے کہ تعلیم تعلیم کے مقصد کے ماتحت ہو جس سے پاکیزہ اخلاق پیدا ہوں، اچھے بُرے کی تمیز ہو، زندگی کو کامیاب طریقہ سے بسر کرنے کی راہیں معلوم ہوں۔ اور جب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک انسان حقیقی انسانیت کے مرتبۂ عظمیٰ سے شرف اندوز ہو سکے جو تعلیم اس مقصد کے حاصل کرنے کا قوی ذریعہ بن سکتی ہے وہی سچی اور اصلی تعلیم ہے اور اس کے استحسان و وجوب میں مرد و عورت کا کوئی فرق نہیں ہے۔ اب چونکہ تعلیم کا تعلق انسانی زندگی کے وظائف و اعمال سے ہے اس لیے تعلیم شروع کرنے سے قبل یہ معلوم کر لینا ضروری ہوگا کہ طبعی قویٰ، فطری استعداد، اور اسباب ممکنہ و حاصلہ کے اعتبار سے مرد کے وظائفِ زندگی کیا ہیں، اور عورت کے کیا؟ اگر آپ ان وظائف زندگی میں فرق و امتیاز نہیں کرتے تو اس کے صاف معنیٰ یہ ہیں کہ آپ مرد کے مرد اور عورت کے عورت ہونے سے انکار کر رہے ہیں، یہ انکار آپ کی فطرت ناشناسی کی کھلی دلیل ہے اور اب اس انکار کی بنیاد پر آپ کے جتنے مطالبات اور دعاوی ہونگے وہ سب غلط اور بے بنیاد قرار دیے جائینگے۔ عورت اور مرد کا صنفی اختلاف و تباین تو بڑی چیز ہے آپ ایک صنف کے تمام افراد کے لیے یکساں حکم نہیں لگاتے۔ بہتیرے بچے جو طبعاً صنعت و حرفت کی طرف میلان رکھتے ہیں۔ آپ تسلیم کرتے ہیں کہ اُن سے لٹریچر میں اعلیٰ مہارت و قابلیت کی توقع نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح جو بچے فطرۃً لٹریچر کا ذوق رکھتے ہیں اُن کو سائنس اور کیمیا کی اعلیٰ تعلیم دلانا وقت کو بے کار اور ضائع کرنا ہے پس جب آپ خود مردوں کی صلاحیتوں اور استعدادوں کے اختلاف کو نظر انداز نہیں کر سکتے تو مرد و عورت کے صنفی اختلاف کو کس طرح نظر انداز کر سکتے ہیں۔

اسلام کا طرۂ امتیاز یہی ہے کہ اُس نے کسی حالت میں بھی فطرت کی صحیح صلاحیتوں اور اُن کے باہمی اختلاف کو ناقابلِ اعتنا قرار نہیں دیا۔ اسلامی نقطۂ نظر کے ماتحت تعلیم جس طرح مرد کے لیے ضروری ہے اسی طرح عورت کے لیے بھی لیکن دونوں کی تعلیم کا مقصد جُدا جُدا ہے۔ مرد کی تعلیم کا مقصد ہے کہ وہ اپنے فرائض و وظائف زندگی سے واقفیت بہم پہنچائے۔ اور نہ صرف واقفیت، بلکہ اُس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں اخلاق اور کیرکٹر کی ایسی مضبوطی پیدا ہو جائے کہ وہ بے تکلف اچھے اعمال کو اختیار اور بُرے اعمال کو ترک کرسکے۔ ٹھیک اسی طرح عورت کی تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے وظائف و فرائضِ زندگی سے آگاہ ہو اور ان کو صحیح طور پر بجالانے کی اخلاقی قوت اس میں پیدا ہو جائے۔ اس مرحلہ پر ضروری ہے کہ آپ پہلے عورت کے فرائض و وظائفِ حیات کی تحقیق و تنقیح کرلیں اور پھر اس کی روشنی میں اُن کے لیے ایک مکمل نصاب تعلیم و طریقہ تعلیم کی تعیین کردیں۔ یہ حقیقت فراموش نہ ہونی چاہیے کہ نصابِ تعلیم کی تعیین بھی ایک نہایت ضروری امر ہے، ورنہ اندیشہ ہے کہ طریقۂ تعلیم کے ناقابلِ اطمینان ہونے کے باعث تعلیم پر ایسے نتائج مرتب ہو جائیں جو تعلیم کے مقاصد کے سراسر خلاف ہوں۔ اور بجائے کعبہ کی طرف رہنمائی کرنے کے ترکستان کی سمت لے جائیں۔

تھوڑی دیر کے لیے سنجیدگی اور متانت سے اس مختصر گذارش پر غور کیجیے اور پھر بتائیے کہ آج جو کچھ ہو رہا ہے کیا واقعی وہ مسلمان خواتین کی بیداری سے تعبیر کیے جانے کا مستحق ہے۔ مرد کی تعلیم کا کمال یہ ہے کہ وہ بجا طور پر مردانہ اوصاف و شمائل سے آراستہ ہو۔ ٹھیک اسی طرح عورت کی تعلیم کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ وہ بالکل صحیح معنیٰ میں "مکمل عورت" ہو۔ لیکن آج ہماری بچیوں کو انگریزی اسکولوں اور کالجوں میں جو تعلیم دی جاتی ہے کیا وہ اُن کی تکمیل نسائیت کرسکتی ہے؟ نتائج ہمارے سامنے ہیں، ہر شخص دیکھ رہا ہے کہ مخصوص ماحول میں انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے جو اثرات لڑکیوں پر مترتب ہو رہے ہیں وہ اسلامیت اور مشرقیت تو کجا خود اُن کے جوہرِ نسائیت کو بُری طرح پامال کر رہے ہیں۔ شاید لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ عورت و مرد کی اجتماعی زندگی کا دار و مدار صنفی جذب و انجذاب پر ہے، اور یہ جذب و انجذاب اُسی وقت باقی رہ سکتا ہے جب کہ صنفی اختلاف و تباین کے مطابق دونوں کو ایک مخلوط سوسائٹی میں منضم نہ کیا جائے۔ ورنہ اگر مقناطیس لوہے سے الگ اور دور نہیں ہے تو پھر نہ مقناطیس کی قوت جذب کا اظہار ہو سکتا ہے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ ہو ہے کی قوتِ انجذاب کا۔ آج یورپ خانگی زندگی کے اعتبار سے جو برباد و تباہ حال ہے۔ غور کیا جائے تو اُس کا اہم سبب یہی ہے کہ اُس نے اس نفسیاتی حقیقت کو بالکل نظرانداز کر دیا۔ اب وہاں عورت اور مرد دونوں اس طرح ملے جلے رہتے ہیں کہ دونوں صنفوں کا باہمی جذب و انجذاب بالکل فنا ہو کر رہ گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ میں اب مردوں کا ایک ایسا طبقہ بھی پیدا ہوتا جاتا ہے جو شادی کو انتہائی نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اس طبقہ کا خیال ہے کہ شادی تو مرد کی عورت سے ہوتی ہے۔ اور جب عورتیں عورتیں ہی نہ رہیں تو پھر مرد شادی کس سے کریں۔ عورتوں کی اس آزادیِ مفرط کے باعث یورپ کے فلاسفہ عجیب عجیب قسم کی خیال آرائیاں کر رہے ہیں ایک فلسفی نے اپنا خیال ظاہر کیا ہے کہ اب وہ زمانہ جلد آئیگا جبکہ مردوں میں زنانہ اوصاف پیدا ہو جائینگے یہاں تک کہ داڑھیاں بھی اُن کی بجائے عورتوں کے نکلا کرینگی۔ بہر حال انگریزی میں جو آئے دن معاشرتی ناول اور کتابیں شائع ہوتی رہتی ہیں اُن کا مطالعہ کیجیے تو معلوم ہو گا کہ "تحریک آزادی نسواں" کے ماتحت عورتوں کی آزادی مفرط کس طرح یورپ کے لیے وبال جان بنی ہوئی ہے۔

عربی کا ایک مقولہ ہے السعید من وعظ لغیرہٖ - خوش نصیب وہ ہوتا ہے جو دوسروں کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرے۔ تو کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ مسلمانوں کے اربابِ فکر زہر اور تریاق میں امتیاز پیدا کریں۔ آخر یہ کیا غضب ہے کہ مسلمان خواتین غلط تعلیم، غلط تربیت، اور غلط طریقہ معاشرت کے اثر سے ہلاکت و بربادی کی طرف تیزی سے دوڑ رہی ہیں۔ اور اپنے ساتھ تمام قوم کی قومی نجابت و شرافت کو غرق کیے دے رہی ہیں لیکن پھر بھی آپ کی آنکھ نہیں کھلتی، اور آپ ان کی اس تبدیلی کو بیداری سے ہی تعبیر کر رہے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مذہب کا سچا درد رکھنے والے حضرات پورے جوش و خروش سے انہیں زنانہ تعلیم کا پورا نظام غیر اسلامی سیادت کے پنجہ سے نکال کر اپنے قبضہ میں لیں۔ مغرب زدہ خواتین کا جواب ان پڑھ اور جاہل خواتین نہیں ہو سکتیں، بلکہ اُن کا صحیح جواب وہی خواتینِ اسلام ہو سکتی ہیں جو اعلیٰ تعلیم کے ساتھ اسلامی وضع و قطع اور اسلامی طرز معاشرت کی پابند ہوں فقط۔

© rasailojaraid.com